مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

درسِ حدیث

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

کیسٹ نمبر ۲۳ سائیڈ اے ۸۳-۸-۵

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین اما بعد

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے مناقب کی روایت چل رہی تھی، اُنھوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی مشابہت ہے اُن سے یہودیوں نے بغض رکھا حتّٰی کہ اُن کی والدہ پر تہمت لگائی اور عیسائیوں نے محبّت بڑھائی حتّٰی کہ اُن کو اُس مقام پر پہنچا دیا جو مقام اُن کا نہیں ہے یعنی خُدا بنا دیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگوں کو نقصان ہوگا وہ برباد ہو جائیں گے ایک مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وہ آدمی جو مجھ سے بہت زیادہ محبّت کا دعویٰ کرتا ہو اور اُس میں غلو کرتا ہو یُقَرِّ ظُنِیْ بِمَا لَیْسَ فِیَّ وہ میری تعریف میں وہ باتیں کہے گا جو مجھ میں نہیں ہیں۔ عبداللہ بن سبا ایک شخص گزرا ہے اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبّت کا دعویٰ کیا، یہ یہودی تھا مُسلمان ہُوا۔ پھر اُس کے بارے میں معلومات ہوئیں کہ یہ خرابی مچا رہا ہے یہ کوفہ میں رہا۔ وہاں سے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو منتقل کیا گیا ــــــ اور شام بھیج دیا گیا، لیکن یہ اسی طرح مصر چلا گیا۔ مصر جا کر اُس نے اس طرح کی باتیں سُنائیں کہ سیّدنا علی کرّم اللہ وجہہ کا درجہ سب سے بلند ہے۔ صحابہ کرام میں اور اس سے بھی کچھ آگے بڑھنا شروع کر دیا اس چیز پر اہلِ مصر کے جو

ما رہے تھے۔ اُنھوں نے اِس کی بات قبول نہ کی۔ پھر اس نے اور طرح کے ساتھی پیدا کیے اُنھوں نے سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرنی شروع کی تو اِس نے فضا بنانی چاہی تھی ایسی یہ اسلام میں رخنہ اندازی کرے جیسے یہودی کہتے ہیں عُزَیْرُ ٱبْنُ ٱللَّهِ کہ حضرت عُزیر خُدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام یہ ابن اللہ ہیں اللہ کے بیٹے ہیں حضرت عزیر علیہ السّلام کا ایک معجزہ ہُوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وفات دی اور سو سال بعد دوبارہ اُن کو حیات بخشی اور وہ اپنے علاقے میں آئے وہاں توراۃ محفوظ نہیں رہی تھی توراۃ کو پھر سے رائج کیا اور پہنچایا اُس کی تبلیغ کی اُسے محفوظ کرایا تو ایک سو سال کے بعد آدمی اگر اُٹھ کر آجائے تو پھر یہ عجیب سی چیز تھی اُنھوں نے کہا کہ یہ خدا کے بیٹے ہیں عبداللہ بن سبا اُس عقیدہ سے ہٹ کر اسلام میں آیا تھا مگر پُوری طرح نہیں ہٹا۔ یہودیت پر رہا یا یہ کہا جائے کہ سازش کے تحت اُس نے اسلام قبول کیا تاکہ اسلام میں خرابی داخل کر دے تو اُس نے اسلام میں خرابی داخل کرنے کی کوشش کی، لیکن حضرت علی رضؓ کو حد سے بڑھانے والی اس کی باتیں جب نہیں چلیں تو پھر دوسرا دعوای شروع کر دیا۔ دوسری طرح فضا بنانی شروع کی اُس میں یہ تھا کہ سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف فضا بنائی کیونکہ یہ باتیں وہ تھیں جو چل رہی تھیں پبلک میں، جو اُس نے متعدّد جگہ سُنیں کوفہ میں سُنیں اور علاقوں میں سُنیں، وہ باتیں کچھ اُس نے بڑھائی شروع کیں اور اُس نے جو بڑے بڑے صحابہ کرام تھے اُن کی اولاد کو ساتھ ملا لیا ایک محمد بن ابی حذیفہ ہیں اور ایک یہ محمدّ بن ابی بکر ہیں یہ دونوں کے دونوں صحابی نہیں ہیں تابعی ہیں، صحابہ کی اولاد ہیں وہ اولاد کہ جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہیں دیکھا وہ تابعی ہیں بہت سے صحابہ کرام کی اولاد میں بہت سے لوگوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا ہے وہ صحابی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ یہ صحابہ کرام میں ہیں، بہت لوگ ہیں ایسے بہت ایسے ہیں جو صحابی نہیں ہیں بعد کی پیدائش ہے جن حضرات کی تو یہ اُن میں ہیں۔ دونوں صحابی نہیں ہیں اِنھوں نے اُس کی باتیں قبول کیں اُس کا اثر قبول کیا وہاں بھی ایک فضا تیّار ہو گئی۔ یہی شخص کوفہ میں آگیا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کُوفہ پہنچے اور یہ بات پہلے ہو چکی ہے کہ جب وہ وہاں سے رُخصت ہو رہے تھے۔ مدینہ منوّرہ سے تو کچھ لوگوں نے کہا نہ جائیں آپ یہیں رہیں کیونکہ آپ سے پہلے خلفاء کرام مدینہ میں رہے ہیں

چھوڑا نہیں ہے مدینہ کو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ اشارہ کیا اس طرف اور کچھ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ اگر گئے تو ممکن ہے کہ آپ کو نقصان ہو جائے جانی نقصان ہو جائے اُنھوں نے فرمایا کہ جانی نقصان تو ہونا ہی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے بتلایا ہے کہ میری موت اُس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ میری ڈاڑھی ــــ سر کے خون سے رنگین نہ ہو یعنی مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوگا اور وہ کامیاب ہوگا۔ اُس میں میرے اس جگہ زخم آئے گا اُس زخم سے خون بہے گا اور وہ میری ڈاڑھی تک آئے گا۔ جب یہ ہوگا تو میری موت ہوگی اُس سے پہلے نہیں ہوگی اِسی طرح اور بھی ــــ چیزیں بتائی ہوں گی بہرحال وہ روانہ ہوئے اور کُوفہ کو مُستقر بنایا اُنھوں نے عارضی مُستقر بنایا ہو یا مُستقل بہرحال کُوفہ میں رہنا پڑا اُن کو کیونکہ جنگی نُقطہ نظر سے مدینہ منوّرہ ایک طرف ہو جاتا ان کا ذہن جیسے علمی تھا ویسے ہی بہت اچھا جنگی، نقشہ بنانے والا بھی تھا تو جنگ کے نقشہ کے لحاظ سے اس میں کوئی غلطی نہیں تھی وہ بالکل ٹھیک تھی اور اُن کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب آئے اُنھوں نے بھی آپ خیال کریں تو دِمشق کو ہی دارالخلافہ رکھا ہے بجائے مدینہ شریف کے اور اُن کے اور بعد خلفاء عبّاسی آئے اور اُنھوں نے بغداد کو بنایا دارالخلافہ یہ اور بھی دُور ہو گئے ــــ اور اس کی وجہ یہی تھی کہ علاقے فتح ہوتے جارہے تھے تو ضرورت پڑتی تھی کہ یہاں فوجیں بھیجی جائیں خبریں فوراً پہنچیں وغیرہ وغیرہ تو اس لیے انھوں نے ایسا کیا اور یہ فوج کے بڑے بڑے مراکز تھے ایک بصرہ تھا اور ایک کُوفہ تھا۔ جنوبی حصّہ سندھ تک کا یہ بصرہ کے تحت تھا اور کُوفہ کے تحت شمالی علاقہ بخارا تک کا رہا ہے بعد تک، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگی نقطہ نظر سے اپنا مُستقر بنایا کُوفہ کو وہاں وہ رہے۔ بعد میں خلفائے عبّاسیہ نے کُوفہ کے نزدیک بنایا یعنی بغداد کو ــــ کُوفہ بھی عراق میں ہے بغداد بھی عراق میں ہے۔ یہ بغداد اور کُوفہ دونوں شہر ہیں۔ ان کے درمیان بہت فاصلہ نہیں ہے۔ بغداد تو اُس وقت مدائن کا علاقہ تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اختلاف کسی نے کیا تھا تو اِن دونوں میں معلوم یہی ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے ہی زیادہ بہتر تھی، یہ الگ بات ہے کہ کامیابی ہُوئی یا نہیں ہُوئی اور کامیابی ہُوئی اور ساتھی ہی خراب تھے۔ کامیابی ہوتے ہوتے رہ گئی تو یہ الگ چیز ہے جیسے صِفّین میں کامیابی ہوگئی اور پھر اُنھوں نے ایک طریقہ ایجاد کیا جنگ بند کرنے کا ایسے وقت کہ جب بالکل فتح ہونے والی تھی اُس میں پھر اِن کے

کچھ ساتھی ایسے تھے جو نہیں مانتے تھے بات اور کچھ مانتے تھے ۔ تو دو طرح کے ساتھی جب جمع ہو جائیں تو بڑی دقت پیش آجاتی ہے، کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قیام دو دفعہ ہُوا ہے ایک دفعہ تو جنگِ جَمل کے بعد مدینہ منورہ سے نکلے ہیں تو جنگِ جمل ہُوئی ہے۔ بصرہ تشریف لے آتے اس کے بعد کوفہ تشریف لے آئے تو کچھ دیر قیام فرمایا ورنہ گزرنا ہی ہُوا ہے صفین کے لیے ادھر قیام مستقل زیادہ نہ ہو سکا صفین سے فراغت کے بعد پھر تشریف لائے ہیں کُوفہ کی طرف ادھر قیام ہُوا ہے تو آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد تھی، بہت سے اُن میں سے کُوفہ ہی رہ گئے تو اس بنار پر کُوفہ ایک ایسی جگہ ہے کہ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد بیک وقت اتنی بڑی تعداد صحابہ کرام کی دُنیا میں کسی شہر میں نہیں تھی۔ کُوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرام اور اُن میں سے وہ حضرات تھے جو علمی اعتبار سے بے مثال تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے اور توجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع کی تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ آثَرْتُكُمْ بِعَبْدِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِىْ میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارے پاس بھیج کر اپنے اُوپر تمہیں ترجیح دی ہے وہاں فقہاء کی بڑی تعداد تھی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچے ہیں وہاں تو چار سو آدمی فقاہت کی تکمیل کر چکے تھے ۔ وہ اس درجہ پر ہو چکے تھے کہ فتوای دے سکیں اور باقی ان کے علاوہ تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ جب پہنچے تو انھوں نے لوگوں کو دیکھا ملے تو تعریف فرمائی اور فرمایا کہ اَصْحَابُ بْنِ مَسْعُوْدٍ سُرُجُ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ابن مسعودؓ کے جو شاگرد ہیں وہ اس شہر کے چراغ ہیں ایک دفعہ فرمایا رَحِمَ اللّٰهُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ مَلَأَ هٰذِهِ الْقَرْيَةَ عِلْمًا اللہ تعالیٰ ابن اُم عبد پہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے اُنھوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا اور خود وہ (ابن مسعودؓ) تو بہت بڑے آدمی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے كُنَيْفٌ مُلِئَ عِلْمًا یہ علم سے بھرے ہُوئے ایک کوٹھا ہیں۔

اصل قاعدہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین خود سُنے کیس اور فیصلہ دے خلیفۂ وقت، سب سے بڑا حق اُس کا ہے پھر وہ جس کو قائم مقام بنا دے اپنا یا جس کو وہ اجازت دے دے ۔ کیونکہ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتا اور ہر ایک اُس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس واسطے شہروں میں قصبات میں جہاں جہاں اُس کی طرف سے مامور ہوں اجازت یافتہ لوگ ہوں وہ سُنیں گے کیس۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کُوفہ تشریف لے آئے ہیں تو وہاں ایک صاحب تھے شُرَیح اُن کا اسم گرامی تھا۔ جب

کوفہ بسایا گیا تو اُس کے کچھ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں اُن کو قاضی مقرّر کر دیا گیا اور تقریباً ۱۵ھ کے کچھ بعد انہیں کوفہ کا قاضی مقرّر کر دیا تھا۔ اُنھوں نے علم بہت محنت سے حاصل کیا۔ صحابہ سے پُوچھ پُوچھ کے تمام چیزیں جمع کر رکھی تھیں۔ ذہن بہت اچھا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں فیصلے کرتے کرتے خاصا عرصہ گزر چکا تھا۔ تجربہ کافی ہو چکا تھا تو اُن کے تشریف لاتے ہی قاضی شُریح نے کہا کہ اب آئندہ جناب خود کیس سُنیں گے۔ میں مستعفی ہوتا ہوں۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا مجھے تو بہت کام ہوتے ہیں۔ میں تمہاری مجلسِ قضا میں آؤں گا اور دیکھوں گا تم فیصلے کیسے کرتے ہو؟ سُنتے کیسے ہو پھر فیصلہ کیسے دیتے ہو؟ میں تمہاری مجلسِ قضا میں آؤں گا ابھی تم ہی کرو فیصلے، وہ تشریف لے گئے وہاں اور دیکھا کہ وہ کیسے سُنتے ہیں پھر کیسے تجزیہ کرتے ہیں اور پھر کیسے فیصلہ دیتے ہیں اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا قُمْ یَا شُرَیْحُ فَاَنْتَ اَقْضَا الْعَرَبِ تم بہترین فیصلہ دیتے ہو اور فرمایا کہ تم ہی کرتے رہو یہ کام، کیونکہ مجھے اور کام ہیں تم اسے اچھی طرح کر سکتے ہو۔

انہی کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِس یہودی نے میری زرع لے لی ہے تو قاضی شُریح نے کہا کہ کوئی گواہ ہے جناب کا، یہ نہیں تھا کہ خود امیر المؤمنین کا کہہ دینا ہی کافی ہو بلکہ امیر المومنین کے لیے بھی گواہ ہونے چاہییں جو فیصلہ ہے شرعی وہ تو ہو گا۔ تو کوئی گواہ ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں یہ ہے اپنے بیٹے کا نام لیا، اُنھوں نے کہا کہ یہ بیٹے ہیں۔ بیٹوں کی گواہی نہیں بیٹے کے علاوہ کوئی اور ہو کیونکہ بیٹے پہ یہ الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اُس نے باپ کی جانبداری کی ہے یا باپ کی بات مان لی ہے یا باپ کے آدب میں ایسی بات کہہ دی ہے گواہی دے دی جھوٹی یہ الزام اُس پہ بآسانی آ سکتا ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِن کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کی ہے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی تعریف کی ہے، محبّت کا اظہار فرمایا ہے تو جس کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کریں اور جس سے محبّت فرمائیں آپ تو ایسے ہے جیسے خدا کی محبّت تو ان کا درجہ کوئی کم نہیں ہے تو اُنھوں نے کہا کہ آپ سے تو اِن کا رشتہ بیٹے کا بنتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات پسند کی اور اس قاعدہ کو تسلیم کیا اور پھر تشریف لے آئے اور اُس یہودی پہ یہ اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ یہ قصّہ جو نقل کیا جاتا ہے یہ قاضی شُریح رح کا ہے

وہ رہے ہیں قاضی حضرت معاویہؓ کے دَور میں اور پھر اور اُس کے بعد کے دَور میں حتّٰی کہ ۷۵ھ میں حجاج بن یُوسف آیا ہے اُس وقت تک وہ زندہ تھے اور قاضی رہے تقریباً ساٹھ سال رہے۔

صحابہ کرام میں چیدہ چیدہ اِدھر آ گئے اور جو اُن کے تلامذہ تھے ان کی ذہانت کی تعریف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کی سب صحابہ کرام شہادت دیتے ہیں کہ بہت بڑا تھا یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات، ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اِن کا علم بہت بڑا تھا تو اللہ تعالیٰ نے خود اُنہیں علم سے نوازا تھا۔ وہ تعریف جس کی کر دیں تو وہ مہر ہو گئی جیسے، تو اُنھوں نے تعریف کی یہاں کے فقہاء کی بھی اور ان کی بھی جو ابن مسعود کے شاگرد ہیں تو اُن (حضرت علیؓ) کے ساتھ بہت سے صحابہ کرام یہاں پر آ گئے اس واسطے کُوفہ کو لکھتے ہیں لوگ قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ تو قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ اسی لحاظ سے ہو گیا اتنا بڑا درجہ کسی اور جگہ کا نہیں ہے اُس سے کچھ فاصلہ پر ایک مقام ہے قرقیسیہ کچھ صحابہ کرام کُوفہ سے قرقیسیہ چلے گئے وہاں بھی چھ سو کے قریب صحابہ کرام ہیں اور یہاں کُوفہ میں پندرہ سو ایسے تھے جنھوں نے وہاں وطن بنا لیا اپنا اور باقی جو بس آئے اور چلے گئے انھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں تو خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں یہ حضرات بھی آئے ہیں اُن کے ساتھ اور صحابہ کرام جو ہوں گے۔ وہ بھی آئے ہیں تو جو لوگ اسماء الرجال کے واقف ہیں۔ یعنی صحابہ کرام کے حالات کے وہ کہتے ہیں کہ مصر کا علاقہ پُورا ایک مُلک شمار ہوتا آیا ہے۔ مصر جب فتح ہُوا اور وہاں جو صحابہ کرام رہے تو اُن کو کام کرنا پڑا اور آگے اطراف تک کام کرنا پڑا جو "بربری" قوم ہے "بربر" اُن کی فتوحات اور اُن سے لڑائیاں ہوتی ہیں تو وہاں صحابہ کرام کا اس وقت فوجی ہیڈ کوارٹر جو تھا وہ مصر تھا، مصر سے شمالی حملوں کا بھی جواب دیتے ہیں جو اٹلی وغیرہ کی طرف سے عیسائی کیا کرتے تھے اور اُدھر اگر کہیں بغاوت ہو جاتی تھی مغربی سمت الجزائر تک اسی کنارے پر مراکش ہے لیبیا ہے۔ الجزائر ہے، اِن سب علاقوں میں سے کسی علاقے میں تو اس کا بھی سدّ باب کرنا اور وہاں حکومت قائم رکھنا ضروری تھا، تو وہاں بہت بڑی تعداد ہونی چاہیے تھی صحابہ کرام کی کیونکہ یہ برّ اعظم کا پُورا شمالی حصّہ ہو گیا۔

لیکن یہاں مصر میں جو صحابہ کرام کی تعداد شمار کی جاتی ہے وہ صرف تین سو ہے اور کُوفہ ایک شہر ہے اُس میں پندرہ سو اور قرقیسیہ ایک جگہ ہے وہاں چھ سو صحابہ کرام تھے، اتنی بڑی تعداد

فقہاء کی اور عُلماءِ صحابہ کرام کی کسی اور علاقے میں نہیں ملتی اسی طرح قراءت جو ہے آپ کی، قرآنِ پاک جس طرح پڑھتے ہیں یہ روایت حفص کہلاتی ہے یہ بھی وہی کُوفہ ہی کی ہے اور یہ جو ہم حنفی ہیں تو امام اعظمؒ کی فقاہت اور دوسری چیزیں سب کُوفہ ہی کی ہیں۔

کُوفہ والوں میں حنفی جو ہیں یہ لیتے ہیں ———— حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم یہ تین افراد مدار ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں علقمہؒ ہیں اسودؒ ہیں۔ اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان سے فیض حاصل کیا، قُرّاء میں شمار کیا جائے تو کُوفہ میں قُرّاء سبعہ (قراءۃ کے سات اماموں) میں سے تین فقط کُوفہ کے ہیں باقی چار جو ہیں ساری دُنیا کے اور قُرّاء عشرہ اگر لیے جائیں تو اُن میں سے چار ہو جاتے ہیں صرف کُوفہ کے تو قراءت بھی یہاں، حدیث بھی زیادہ یہاں امام بخاری نے شمار کرایا ہے کہ فلاں جگہ میں اتنی دفعہ گیا فلاں جگہ اتنی دفعہ گیا فلاں جگہ اتنی دفعہ، کئی جگہیں شمار کرائی ہیں۔ کُوفہ کا بھی شمار کرایا ہے فرماتے ہیں لَا اُحْصِیْ مَا دَخَلْتُ الْکُوْفَۃَ کُوفہ کو میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی دفعہ گیا ہوں تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کُوفہ کو مرکز بنایا مُستقر بنایا اور کُوفہ ایک فوجی مستقر تو پہلے سے تھا ہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بنایا اور آباد کیا۔

اُنھوں نے فرمایا تھا کہ جو لوگ اس علاقہ میں کام کرتے رہے ہیں جہاد کرتے رہے ہیں اُن کو چاہیے کہ اپنے رہنے کے لیے اس قسم کی آب و ہوا والی جگہ ڈھونڈیں جو ہمارے مدینہ منوّرہ اور مکّہ مکرمہ کی آب و ہوا سے ملتی جلتی ہُوا، وہ علاقہ تلاش کرلیں، تلاش کیا اُنھوں نے تو کُوفہ کا حصّہ ایسا ہی پایا جس کی آب و ہوا مدینہ منوّرہ سے ملتی جُلتی ہے تو اُنھوں نے یہاں زمینیں الاٹ کر دیں رہائشی پلاٹوں کی الاٹمنٹ ہُوئی، تقطیع ہُوئی تو پھر جو فاتحین تھے۔ ایران جنھوں نے فتح کیا اور اُس کے علاوہ آذربائیجان اور دیگر علاقے فتح ہُوئے۔ یہ سب کے سب پھر یہیں رہتے چلے گئے اس بناء پر یہاں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ حضرت سیّدنا علی کرّم اللہ وجہہ نے اس جگہ کا انتخاب فرمایا انتخاب اپنے اعتبار سے دُرست تھا، یہ بات الگ ہے کہ وہاں کی فضا ایسی تھی کہ جو ناقابلِ اعتبار جیسی تھی وہ لوگ قابلِ اعتبار نہیں تھے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ نومسلموں کی کافی ——— کثرت تھی، ایرانیوں کی کثرت تھی جو صحیح طرح مُسلمان نہیں ہُوئے تھے اور سازشیں کیا کرتے تھے انھی کی سازشوں

سے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، کیونکہ مدینہ شریف میں اُن کی تعداد بڑھ گئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابن عبّاس رضؓ سے قَدْ كُنْتَ اَنْتَ وَ اَبُوْكَ تم اور تمہارے والد یہ چاہا کرتے تھے کہ اَنْ يَّكْثُرَ الْعُرُوْجُ فِي الْمَدِيْنَةِ یہ مدینہ منوّرہ یہ جو عرج ہے ایرانی کاشتکار وغیرہ جو کام کرنے والے کارندے ہیں ان کی تعداد بڑھ جائے میری رائے اس کے خلاف تھی۔ حضرت ابن عبّاسؓ نے کہا کہ اَب اس ایرانی نے ایسی حرکت کی ہے آپ کو زخمی کیا ہے ہم ان سب کو مارے دیتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زخمی ہونے کے باوجود جو عدل و انصاف کیا ہے وہ بے مثال ہے وہ فرماتے ہیں کہ كَذَبْتَ كَذَبْتَ یہ محاورہ ہے اُن کا حجاز کی لغت کا كَذَبْتَ بمعنی اَخْطَأْتَ ہوتا ہے یہ غلط بات کہہ رہے ہیں آپ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوْا بِلِسَانِنَا ہماری زبان میں وہ گفتگو کرتے اور نماز پڑھتے ہیں بظاہر مسلمان ہو گئے ہیں اَب اُن کو مارنا یہ تو غلط ہے یہ نہیں ہو سکتا لیکن میری رائے یہ تھی کہ یہ نہ آئیں کیونکہ یہ کسی بھی وقت سازش کر سکتے ہیں۔ نقصان پہنچا سکتے ہیں، لیکن تم اور تمہارے والد یعنی حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ یہاں ان کی تعداد بڑھے ـــــ جتنے بھی ہوں رہیں اور میں اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ لوگ اور اس قسم کے دوسرے لوگ بڑھ گئے اور پروپیگنڈے بڑھ گئے اور افواہیں بڑھ گئیں تو لوگوں کے ذہن جو تھے وہ ناقابلِ اعتبار ہو کر رہ گئے یہ خرابی کوفہ میں پیدا ہوئی۔ پُورے عراق میں یہ خرابی تھی تو حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جن دنوں کوفہ میں تھے اُن دنوں میں ابن سبا آگیا اس کے بارے میں ان کو معلوم ہُوا کہ وہ مجھے کچھ کہتا ہے۔ یہ واقعہ مسندِ ابی حنیفہؒ میں ہے۔ کہ اُس کو بُلایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور فرمایا کہ جو کچھ کہتے ہو تم یہ اللہ اور رسول کی طرف نسبت کر کر کہتے ہو یا میری طرف نسبت کر کے کہتے ہو یا اپنی طرف سے کہتے ہو، میں ایسی باتیں سُنتا ہوں جو مناسب نہیں ہیں نامناسب ہیں۔ تو اُس نے کہا کہ یہ میں اپنی طرف سے کہتا ہوں ـــــــــ فرمایا کہ اگر تو یہ کہتا کہ خُدا اور رسول کی طرف نسبت کرتا ہوں تو میں تجھے سزا دیتا۔ اُس وقت تک یہ باتیں اتنی شدید نہیں تھیں، لیکن یہ موقع پاتا گیا اور بڑھاتا گیا ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا جو کہنے لگا کہ حضرت علیؓ جو ہیں یہ اِلٰہ ہیں۔ اللہ ہیں اللہ تعالیٰ اِن کے اندر آیا ہوا ہے اس شکل میں آج کل جلوہ گر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکل میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھیجا لوگوں کو کہ اُن کے پاس جاؤ اور جلا دو تو اُن کا گھیراؤ کیا اور جلا دیا گیا حضرت ابن عبّاس فرماتے ہیں کہ میں اگر موجود ہوتا تو منع کرتا، میں وہاں موجود نہیں تھا وہ بصرہ میں تھے

بصرہ کے گورنر بنا دیے گئے تھے تو فرماتے تھے جب سُنا اُنھوں نے یہ واقعہ کہ میں ہوتا تو اُن سے گزارش کرتا کہ ایسے نہ کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ لَا یَحِلُّ التَّعْذِیْبُ بِالنَّارِ اِلَّا لِرَبِّ النَّارِ (او کما قال علیہ السّلام) یہ آگ کا عذاب جو ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی دے سکتے ہیں باقی کسی کے لیے یہ جائز نہیں تو مَیں یہ نہ کہتا بلکہ مَیں یہ کہتا کہ مار دیجیے اُنھیں یہ نہ کہتا کہ آگ سے جلا دیجیے تو جو لوگ یہ کہتے تھے کہ حضرت علی اللہ ہیں اُن کو تو جلوا دیا اُنھوں نے باقی یہ جو تھا ابن سبا شرارتیں کرتا رہا ہے محبّت کے بیج بوتا رہا ہے۔ دعوے کرتا رہا ہے، لیکن یہ نہیں کیا تھا اُس نے صراحتًا وہاں، تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میری وجہ سے دو قسم کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے ایک مُحبِّ مُفرِط جو حد سے زیادہ بڑا ہُوا ہو۔ محبّت میں دعویٰ رکھتا ہو یُقَرِّظُنِیْ بما لیس فِیَّ میری طرف وہ باتیں تعریف میں منسوب کرتا ہے کہ جو مجھ میں نہیں ہے وہ آدمی برباد ہو جائے گا اور دوسرا وہ کہ جو مجھ سے بغض رکھتا ہے اُن کا ذکر انشاء اللہ اگلے درس میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح محبّت عطا فرمائے اُن کی اور آخرت میں ساتھ عطا فرمائے۔

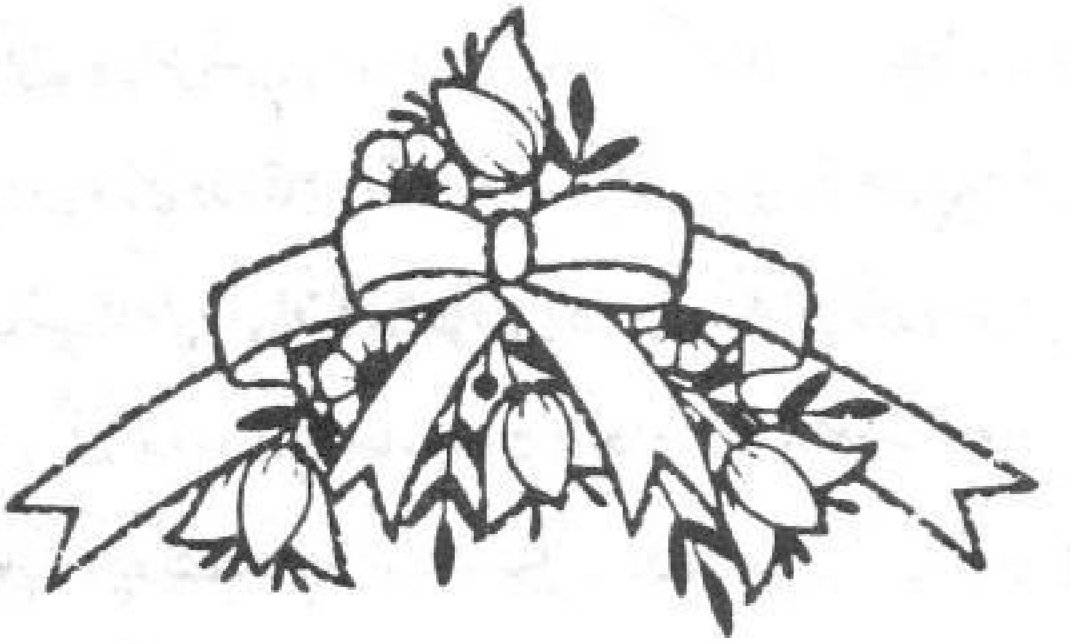

---

[1] حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ العزیز نے ایک بار گھر میں یہ واقعہ مجھے سُنایا تو مَیں نے عرض کیا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے ذہن مُبارک میں اُن کو جلانے کی سزا شاید اس لیے آئی ہو کہ جب وہ مجھے اللہ کہتے ہیں تو پھر میں اُن کے گمان کے مطابق آگ کا عذاب بھی دے سکتا ہُوں۔ بنا بریں اُنھوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا ہو جبکہ نبی علیہ السّلام کا فرمان "واقضاھم علی" ان کے بارے میں مُرَجّح برحق ہے اور حضرت ابن عبّاسؓ اس وقت تک ان کے اس اجتہاد پر مطلع نہ ہُوئے ہوں واللہ اعلم۔ میری یہ بات سُن کر حضرت والد صاحبؒ نے زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا البتہ محظوظ ضرور ہُوئے۔ محمود میاں غفرلہٗ